خبرنامہ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

سکریٹری ادارہ مولانا سید جلال الدین عمری کی کتاب 'اسلام میں خدمت خلق کا تصور' کا ہندی ترجمہ اسلامی ساہتیہ پرکاشن دہلی نے چند ماہ قبل شائع کیا ہے۔ ۲۸ نومبر ۱۹۹۹ء کو اس کی تعارفی تقریب مرکز جماعت اسلامی ہند دہلی میں منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی جناب ایچ۔ ایس۔ پال ایڈوکیٹ سپریم کورٹ تھے۔ اس موقع پر مصنف نے کتاب کا تعارف تحریری شکل میں پیش کیا تھا۔ یہی تحریر ذیل میں دی جارہی ہے۔

اسلام نے سب سے زیادہ زور عقائد اور عبادات پر دیا ہے۔ عقیدہ اگر درست ہو اور عبادات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو تو فکر وعمل کا رخ بھی فطری طور پر صحیح ہو جاتا ہے اور زندگی صراط مستقیم پر گامزن ہونے لگتی ہے۔ عقائد وعبادات کے بعد اسلام نے اخلاق اور قانون کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ اس نے مکارم اخلاق کی ترغیب دی ہے۔ انسان کی عظمت ورفعت کے لیے کردار کی بلندی کو ضروری قرار دیا ہے، رذائلِ اخلاق کی قباحت واضح کی اور ان سے اجتناب کی تاکید کی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کی طرف اس نے بار بار توجہ دلائی ہے کہ انسان اخلاق کی پستی کے ساتھ خدا اور خلقِ خدا کا محبوب نہیں بن سکتا۔ اخلاق کی اہمیت اجاگر کرنے اور اس کی تشویق پیدا کرنے کے ساتھ اسلام نے زندگی کے لیے ایک جامع قانون اور نظام شریعت عطا کیا ہے۔

اخلاق اور قانون کے دو نمایاں پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ اس دنیا کو جور وظلم سے پاک ہونا چاہیے اور یہاں عدل وانصاف کا قیام عمل میں آنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ انسانوں کے اندر ایک دوسرے کی خدمت، تعاون اور ہمدردی کا جذبہ پایا جائے۔ قانون ظلم سے محفوظ رکھتا ہے اور خدمت کا جذبہ مخلوقِ خدا کی دست گیری اور غم گساری پر ابھارتا اور اسے سکون وراحت پہونچاتا ہے۔

اسلام نے شروع ہی سے ظلم وجور کے خلاف آواز اٹھائی۔ کم زور افراد اور طبقات کے حقوق واضح کیے اور معاشرہ کو ہدایت کی کہ وہ ان حقوق کو مجروح ہونے نہ دے اور

ان کو ہر حال میں ادا کرے۔ دوسری طرف خدمتِ خلق کا جذبہ ابھارا اور دوسروں کے دکھ درد اور مشکلات میں کام آنے کا حکم دیا۔

اس عاجز نے ان دونوں پہلوؤں کو اپنے علمی کام کا موضوع بنایا۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کم زوروں کے حقوق واضح کئے اور اسلام نے ظلم کے خلاف جو رویہ اختیار کیا ہے اور جس طرح کا نظام عدل وانصاف وہ قائم کرنا چاہتا ہے اسے اپنے مقالات میں تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کام تشنہ ہے اس لیے ابھی کتابی شکل اس نے اختیار نہیں کی ہے۔

خدمتِ خلق بھی اس خاکسار کے مطالعہ کا موضوع رہا ہے۔ انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح وبہبود کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو کرسچین مشنریز (Chris-tian missionaries) کا تصور ذہنوں میں ابھر آتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے نوعِ انسانی کی خدمت کا اس سے اعلیٰ وارفع تصور دیا ہے۔ فرد، معاشرہ اور ریاست سب کو اس میں شریک کیا ہے۔ اس نے جس تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے اور جن جن پہلوؤں کو ابھارا ہے اس کی نظیر شاید کہیں نہیں مل سکتی۔

خدمتِ خلق کے موضوع پر اس عاجز کا ایک رسالہ "انسانوں کی خدمت اسلام کی نظر میں" کے عنوان سے ۲۲ سال قبل ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ پاکستان سے بھی اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ اس اہم موضوع پر ہماری زبان میں کوئی مستقل کتاب نہیں ہے تو میں تے اس کا تفصیل سے مطالعہ کیا اور "اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور" کے عنوان سے ایک مبسوط کتاب مرتب کی یہ کتاب ۱۹۹۰ء میں ادارہ تحقیق وتصنیفِ اسلامی علی گڑھ نے شائع کی۔ ۱۹۹۶ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن سامنے آیا۔ میں نے اس کتاب میں موضوع کے جامع مطالعہ (Comp rehensive study) کی کوشش کی ہے۔

پیش نظر کتاب میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جن پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:-

۱۔ خدمت انسان کا ایک فطری جذبہ ہے۔ ایک معصوم بچہ کی خدمت، والدین اور خویش واقارب اسی جذبے کے تحت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اس فطری

جذبے کو تقویت پہنچاتا ہے۔

۲۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں نے خدمتِ خلق کی تعلیم دی ہے۔ سب سے آخر میں قرآن مجید اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف بطورِ خاص توجہ دلائی، اس کی سخت تاکید کی، ہمدردی کے جذبات ابھارے اور اسے خدا کی رضا اور خوشنودی کا بہت بڑا ذریعہ قرار دیا۔

۳۔ اسلام کے نزدیک خدمتِ خلق عبادت ہے۔ قرآنِ مجید، نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ ذکر کرتا ہے۔ نماز میں خدا سے راست تعلق قائم ہوتا ہے اور زکوٰۃ بندگانِ خدا کی خدمت کی ایک صورت ہے۔ اس طرح اس نے دونوں کی اہمیت واضح کی ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بعض مواقع پر مالی عبادت کو بدنی عبادت کا بدل قرار دیا گیا ہے۔ بعض حالات میں روزہ کا بدل صدقات ہو جاتے ہیں۔ انفاق اور صدقات کا براہِ راست فائدہ انسانوں کو پہنچتا ہے۔

۴۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو صرف اس امت ہی کی خدمت کا حکم نہیں دیا ہے جس سے ان کا دینی تعلق ہے بلکہ اس کے ساتھ عام انسانوں کی خدمت کی بھی تاکید کی ہے۔

۵۔ خدمت کی ہدایت کے ساتھ اسلام نے اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے ا وہ کون سے افراد اور طبقات ہیں جو ہماری ہمدردی اور اعانت کے مستحق ہیں؟ اس میں ماں باپ اور رشتہ دار بھی ہیں جن سے ہمارا خونی رشتہ قائم ہے اور ایسے یتیم، مسکین، ہم سایہ، مسافر، غلام اور محکوم بھی آجاتے ہیں جن سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

۶۔ انسان کی بہت سی ضروریات روپے پیسے اور مال کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں اس لیے مال کے ذریعے خدمت کی خاص اہمیت ہے، لیکن خدمت کا یہی ایک طریقہ نہیں ہے۔ حدیث کی رو سے کسی کا اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا، کوئی میٹھا بول بولنا، سواری پر بیٹھنے میں مدد دینا، کسی کا سامان اٹھا کر اسے دے دینا، راستے سے کانٹے، پتھر یا کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، کسی کو راستہ دکھانا، کسی کے برتن میں پانی بھر دینا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا یہ سب صدقات کی مختلف شکلیں ہیں اور صدقات سے خدمتِ خلق کی راہ نکلتی ہے۔ اصولی بات یہ بتائی گئی ہے "کل معروف صدقۃ" (ہر بھلا کام

کام صدقہ ہے)

۷۔ خدمت وقتی اور ہنگامی بھی ہوتی ہے۔ جیسے بھوکوں کو کھانا کھلا دینا، پیاسے کی پیاس بجھا دینا، یا کھانے کی تیاری کے لیے غلّہ، اناج، نمک، ایندھن، برتن جیسی کوئی چیز فراہم کر دینا، ننگے کو کپڑے مہیا کر دینا، مریض کی تیمارداری کرنا اور دوا علاج میں حسب استطاعت تعاون کر دینا۔ وغیرہ۔ بعض اوقات اس وقتی مدد کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اسلام نے اس کی طرف خاص توجہ دلائی ہے اور اس میں ہر ایک کو اپنا حصّہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

۸۔ اس کے ساتھ اسلام نے نوعِ انسانی کی مشکلات کے پائیدار حل پر زور دیا ہے۔ کسی مسکین اور بیوہ کی وقتی خدمت بھی باعث ثواب ہے۔ لیکن اس کے احتیاج اور پریشانی کو مستقل طور پر رفع کرنے کی کوشش شب و روز کی عبادت کے برابر ہے۔ اسی طرح کسی یتیم کے سر پر محبت اور پیار سے ہاتھ پھیرنا بڑی نیکی ہے۔ اس سے رقتِ قلب اور گداز پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کی معاشی کفالت، تعلیمی اور اخلاقی نگرانی جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ جو لوگ نادار اور محتاج ہیں انھیں کاروبار سے لگایا جائے یا صنعت وحرفت میں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

۹۔ خدمت کے بہت سے پہلو ہو سکتے ہیں۔ مالی تعاون کرنا، قرض دینا، قرض کی واپسی میں حسبِ حال مہلت دینا، ہبہ کرنا، ہبہ نہ ہو سکے تو کوئی چیز عاریتًہ استعمال کے لیے دینا، ضرورت پر ایک جیسی دو چیزیں دینا، جیسے کاشت کے لیے دو بیل، دودھ کے لیے دو گائے یا بھینس، کسی سے اجرت پر کام لینے کی جگہ کاروبار میں اسے شریک کرنا، بٹائی پر کھیتی باڑی میں حصّے دار بنانا، مظلوم کی قانونی، اخلاقی اور معاشی مدد کرنا۔ یہ بعض وہ پہلو ہیں جن کی متعین طور پر احادیث میں نشاندہی کی گئی ہے ان پر دوسرے پہلوؤں کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ رفاہی خدمات سے وسیع دائرے میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ خدمات افراد، ادارے اور حکومت بھی انجام دیتے ہیں۔ جیسے پاکی صفائی کا اہتمام، راستوں کو آسانی سے آمد و رفت کے قابل اور محفوظ و مامون بنانا، پانی کا نظم کرنا، شجر کاری اور پیڑ پودے

لگانا۔ اسی میں جنگلات کی حفاظت بھی آتی ہے۔ زمین کو استعمال کے قابل بنانا، مساجد و مدارس کی تعمیر اور شفا خانوں کا قیام وغیرہ۔ اسلام نے یہ اور اس نوعیت کے رفاہی کاموں کی طرف صرف توجہ ہی نہیں دلائی ہے بلکہ ان کے لیے اپنی جائداد یا ذرائع آمدنی کو وقف کرنے کی بھی ترغیب دی ہے اور اس کے قاعدے ضابطے وضع کیے ہیں۔

اسلام اس بات کی ہمت افزائی کرتا ہے کہ خدمتِ خلق کے ادارے اور سوسائٹیاں قائم ہوں اور اس کے لیے تنظیمیں وجود میں آئیں۔ اس سلسلہ میں وہ غیر مسلموں سے بھی تعاون کو جائز قرار دیتا ہے۔

اسلام کا ایک خاص Contribution یہ بھی ہے کہ اس نے خدمتِ خلق کے بارے میں پائے جانے والے غلط تصوّرات اور غلط رویّوں کی اصلاح کی۔ اس نے کہا کہ ایک انسان پر دوسرے انسان کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں اس میں ایک فطری ترتیب ہے۔ اس ترتیب کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ماں باپ، بیوی بچوں اور رشتہ داروں کا حق دوسروں پر مقدم ہے۔ یہ صحیح نہ ہوگا کہ آدمی خدمتِ خلق کے جوش میں اجانب اور دور کے لوگوں کے حقوق پر توجہ کرنے لگے اور قریب ترین افراد کے حقوق کو فراموش کر بیٹھے۔ اسی طرح یہ بات بھی صحیح نہ ہوگی کہ آدمی قریب کے افراد کی محبت میں سماج کے دوسرے مستحقین کو نظر انداز کر دے۔

بعض مذاہب نے سماجی زندگی میں ایسا رویّہ اختیار کیا ہے کہ امیر و غریب کی مستقل تقسیم وجود میں آگئی ہے۔ بعض مذہبی گروہوں نے سوال اور گداگری کو پیشہ بنا رکھا ہے۔ اسلام اس رویّہ کے خلاف ہے۔ وہ امیر و غریب کی مستقل تقسیم کو ناروا سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ سراسر ظلم ہے کہ ایک طبقہ مستقل طور پر احتیاج کی زندگی گزارے، سائل اور گداگر بن کر رہے اور دوسرا طبقہ احسان کرنے والا ہو۔ آدمی بعض مخصوص حالات میں تعاون کی درخواست بھی کر سکتا ہے۔ مگر ان حالات سے جلد نکلنے کی اسے لازماً کوشش کرنی چاہیے۔

بعض مذاہب میں خدمتِ خلق کو کل دین یا حاصلِ دین سمجھا جاتا ہے۔ بہت سے بزرگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خدمت ہی ان کا دین و مذہب تھا یہ بھی قابلِ اصلاح رویّہ ہے۔ خدمتِ خلق کی تمام تر اہمیت کے باوجود اسلام اسے کل دین نہیں بلکہ جزو دین

سمجھتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک وہی عمل قابلِ قبول ہے جو اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہو۔ جس کام کے پیچھے نام ونمود کا جذبہ اور ریاکاری ہو وہ اس کے دربار سے رد ہوجاتا ہے بلکہ اس کے نزدیک موجبِ عتاب ہے۔ خدمتِ خلق جتنا اہم کام ہے اتنا ہی وہ اخلاص وللّٰہیت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس میں اخلاص کا باقی رکھنا مشکل بھی ہے۔ لیکن اس کے بغیر اجر وثواب کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

کتاب میں ان تمام پہلوؤں پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ کوشش اس بات کی رہی ہے کہ موضوع سے متعلق آیات واحادیث کا بڑی حد تک احاطہ ہوجائے اور موقع ومحل کی مناسبت سے ان کا صحیح مفہوم واضح ہوجائے۔ اس ضمن میں خدمتِ خلق کے وہ پہلو بھی سامنے آجائیں جن کا موجودہ دور تقاضا کرتا ہے اس پوری بحث میں جہاں ضرورت محسوس ہوئی فقہ، سیرت اور لغت سے بھی مدد لی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اس کتاب کو مقبولیت عطا کی۔ اس کا انگریزی ترجمہ The concept of social Service in Islam کے نام سے کئی سال قبل چھپ چکا ہے۔ تقریباً سال بھر پہلے اس کا تمل ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ مجھے خوشی ہے اور اس پر اللہ سبحانہٗ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تمل ترجمے کو دیکھ کر ایک غیر مسلم تمل اسکالر نے کہا کہ میں نے اسلامیات پر کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن اسلام کی واضح تصویر اور انسانوں کے لیے اس کا باعثِ خیر وفلاح ہونا سب سے زیادہ اسی کتاب کے ذریعہ واضح ہوا ہے اور اب اسلامی ساہتیہ ٹرسٹ دہلی نے "جن سیوا اور اسلام" کے نام سے اس کا ہندی ترجمہ شائع کیا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور اسے میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔